سیرت نگاری میں ابنِ سیّدُالناس کا مقام

محمد وسیم مختار☆
ڈاکٹر عمر حیات☆☆

Abstract:

"Seerah studies is a very honourable and prestigious award of Muslim Ummah. There is a large number of prominent as well as unknown Seerah writers who have been contributing in the collection of Seerah writings for centuries. Among these noble personalities, "Ibn-e-Syed al Nas" is known for his some different style in Seerah writing "Uyoon-al-Asr" (عیون الاثر) is his great achievement on the Seerah of the Prophet (Peace be upon him). The contents of the following article throw light on the status of the writer of this book regarding Seerah writing."

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے انسانیت کی رہنمائی فرمائی اور اِس مقدس سلسلہ کا اختتام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوا۔ تمام انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو بطور عملی نمونہ اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ"(۱)

(بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے نیز اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کا یقین رکھتا ہے۔)

اِس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرامؓ کا یہ دستورِ عمل تھا کہ ایک دوسرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشادات کے بارے میں استفسار کرتے اور اُن کو حرزِ جان سمجھ کر اپنی زندگی کو اُن ارشادات کے مطابق ڈھال لیتے۔ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل انسانیت کی رہنمائی

☆ ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

کا باعث اور نجات کا ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے ذی علم حضرات نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر اپنے ذوق کے مطابق روشنی ڈالی اور اُن کو لوگوں کی رہنمائی کے لیے پیش کیا ہے۔ اُن عظیم شخصیات میں ''ابنِ سیّد الناس'' کو نہایت اعلیٰ مقام حاصل ہے، جن کا شمار اپنے زمانہ کے ممتاز محدثین میں ہوتا ہے۔

مختصر احوال

ابنِ سیّد الناس کا زمانۂ حیات ساتویں صدی ہجری کا نصف آخر اور آٹھویں کا نصف اول ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے ممتاز عالم، محدث، مفسر، مؤرخ، ادیب، اور اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ اُن کو حدیث اور ادب میں بہت ملکہ حاصل تھا۔ ابنِ سید الناس نے اپنے تلمیذِ رشید ''صلاح الدین بن ایبک الصّفدی'' سے اپنی تاریخ پیدائش ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'' مولدی فی رابع عشر ذی القعدة سنة ط بالقاهرة ''[۲]

(میں ۱۴؍ذی القعدہ ۶۷۱ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوا)

تاج الدین السبکیؒ (م ۷۷۱ھ) کے مطابق ابنِ سیّد الناس ذی الحجہ میں پیدا ہوئے۔[۳] آپ کا نام ''محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد بن ابی القاسم الیعمری الربعی، الاشبیلی الاندلسی، المصری القاهری الشافعی'' ہے۔[۴] آپ کا لقب ''فتح الدین'' اور کنیت ''ابوالقاسم اور ابنِ سیّد الناس'' ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق اندلس کے مشہور شہر اشبیلہ سے تھا اس لیے اشبیلی اندلسی کہلاتے ہیں۔ مصر کے شہر قاہرہ میں پیدا ہونے کی وجہ سے مصری قاہری کہلاتے ہیں۔

ابنِ سیّد الناس نے تحصیلِ علم کے لیے مملکتِ اسلامیہ کے مختلف علاقوں کا سفر کیا اور مختلف علماء اور مشائخ سے حدیث، نحو، فقہ، اُصولِ فقہ اور دیگر علوم وفنون میں استفادہ کیا جن کی تعداد امام ذہبی نے ایک ہزار کے لگ بھگ بتلائی ہے۔[۵] اُن کے مشہور اساتذہ میں عبداللطیف بن عبدالمنعم بن علیؒ، ابوبکر محمد بن احمد القسطلانی، محمد بن علی بن وہب المعروف ابن دقیقؒ العید، شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بہاء الدین بن النحا س النحویؒ الشیخ العز عبدالعزیز بن الصیقل الحرانیؒ اور اُن کے والد ابوعمرو محمد بن محمد بن سید الناسؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔[۶]

شخصیت وکردار

ابنِ سیّد الناس رحم دل شخصیت کے مالک تھے۔ عاجزی وانکساری، حیاء اور صبر وتحمل کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کی طبیعت سخاوت وذہانت اور سوجھ بوجھ کا حسین امتزاج تھی۔ اِنہی صفات کی وجہ سے ابنِ سیّد الناس عام وخاص میں مقبول تھے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی ابنِ سیّد الناس کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کان بساما کیسامعاشراً۔۔۔جمیل الهیئة، کثیر التواضع۔۔۔ محبا لطلبة الحدیث"، (۷)

(ابنِ سیّد الناس ہنس مکھ، سخی، ذہین اور مل جل کر رہنے والے۔۔۔اچھی شکل وصورت، عمدہ اخلاق۔۔۔طلباء سے محبت کرنے والے تھے۔)

علمی حیثیت

تذکرہ نگاروں نے ابنِ سیّد الناس کو شاندار الفاظ میں یاد کیا ہے۔اُن کو اعلیٰ درجہ کا محدث، فقیہ، حافظ، ادیب، فصیح وبلیغ شاعر اور علل کو جاننے والا بتلایا ہے۔الصفدی اُن کے متعلق لکھتے ہیں:

"کَانَ حَافِظًا بارعا أدیبا متفننا بلیغاً ناظماً ناثراً کَاتبا مترسلاً خطه أبهج من حدائق الأزهار و آنق من صفحات الخدود الْمُطَرز"، (۸)

(آپ کو کثیر احادیث یاد تھیں اور معاصرین میں کمال شخصیت کے مالک تھے۔ادب میں مہارت رکھتے تھے۔کلام کو دلکش اور فصیح و بلیغ انداز سے پیش کرنے والے تھے۔ شعروشاعری، نثر نگاری، تصنیف وتالیف پر مہارت حاصل تھی اور کلام کو نہایت تحمل مزاجی سے پیش کرتے تھے۔آپ کی تحریر فرحت وسرور میں پھولوں کے باغیچے سے بڑھ کر تھی اور صاف اور مزین چیز سے زیادہ خوش نما تھی۔)

حافظ ابن حجر عسقلانی شہاب الدین احمد بن یحیی بن فضل اللہ کی رائے ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کَانَ أحد أَعْلَام الْحفاظ وَإِمَام أهل البلاغة الواقفین بعکاظ بَحر مکثار وَحبر فِی نقل الْآثَار"، (۹)

(ابنِ سیّد الناس فن اسماء الرجال پر مہارت رکھنے والوں میں سے تھے اور اُن اہل بلاغت کے امام تھے جو شاعری کے ذریعے دوسروں کو مغلوب کرنے کا فن جانتے تھے۔ آپ متبحر عالم اور نقل آثار کے ماہر تھے)

درس وتدریس

مختلف علوم وفنون پر مہارت حاصل کرنے کے بعد ابنِ سیّد الناس درس وتدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوگے۔اس دوران آپ نے جن مدارس میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں اُن نام قاہرہ کے مدرسہ ظاہریہ اور مدرسہ ابی حلیفہ، جو کہ مہذبیہ کے نام سے مشہور تھا، کے شیخ حدیث کے مسند پر فائز رہنے کے علاوہ جامع صالح اور قاہرہ کی مسجد رصد میں تدریس کے فرائض انجام دیئے نیز جامع الخندق میں خطابت پر مامور رہے۔ (۱۰)

ابن سیّد الناس نے درس وتدریس کے شعبہ کے علاوہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی نہایت عمدہ شہکار چھوڑے ہیں۔اُنہوں نے حدیثِ نبوی ﷺ، سیرت سرورِ کونین ﷺ، تراجم اور ادب جیسے اہم موضوعات پر کتب تحریر کیں۔جن میں سیرت خاتم النبیین ﷺ پر لکھی گی کتاب ''عیون الأثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر'' زیادہ مشہور ہے۔آپ کی دیگر تالیفات میں''النفح الشذی فی شرح جامع الترمذی، تحصیل الأصابه فی تفصیل الصحابه اور نور العیون فی تلخیص سیرة الامین المامون'' بھی معروف ہیں۔ (۱۱)

ہم عصر مشائخ کی آراء

ابن سیّد الناس کا ہم عصر علماء اور مشائخ نے شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔واضح الفاظ میں ان کی قابلیت اور علمی مرتبہ کا اظہار کیا ہے۔علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حدیث کا ماہر، اسماء الرجال کے طبقات کے فرق کو جاننے اور حدیث کے بیان میں اُن کو با اعتماد قرار دیا ہے۔ (۱۲) حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) مفسر ومحدث اور مشہور مؤرخ ہیں اُن کے نزدیک مصر میں اسناد اور متن حدیث کو یاد رکھنے والا، علل کو جاننے والا، فقہ میں ماہر اور اشعار وحکایات پر مہارت رکھنے والا اُن جیسا کوئی نہیں تھا۔ (۱۳) نیز ابنِ سیّد الناس کی علمی پختگی ومہارت پر اُن کے استاد بھی مکمل اعتماد کرتے تھے یہی وجہ ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) اپنے حلقہ درس میں سوالات کے جوابات دینے کا اُنہیں حکم دیتے تھے۔ (۱۴)

وفات

ابنِ سیّد الناس نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۱ شعبان ۷۳۴ھ بروز ہفتہ قاہرہ میں وفات پائی۔ بروز اتوار قرافہ (قبرستان) میں ''ابنِ ابی حمزہ یا ابنِ ابی جمرہ'' کے قریب دفن کیا گیا۔ (۱۵)

عیون الاثر

کتاب کا مکمل نام ''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر'' ہے۔کتاب کی افادیت اور اہمیت کے پیشِ نظر مختلف ناشرین نے اِس کو شائع کیا ہے۔

سیرت ابن سیّد الناس سب سے پہلے مکتبہ القدسی قاہرہ سے ۱۳۵۶ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں دار الافاق الجدید سے ۱۹۷۷ء، مؤسسہ عز الدین بیروت سے ۱۹۸۶ء، دار العلم بیروت سے ۱۴۱۴ھ/۱۹۸۴ء، دار المعرفۃ بیروت سے (بدون تاریخ)، دار الفکر للنشر والتوزیع (بدون تاریخ) اور دار ابن کثیر بیروت سے کتاب شائع ہوئی ۔ دار ابن کثیر بیروت اور مکتبہ دار التراث مدینہ منورہ نے ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں محمد العید الخطروی اور محی الدین مستو کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی، جس کے صفحات کی پیمائش ۱۱.۰×۱۸.۵ انچ ہے، متن کا احاطہ ۹.۱×۱۶.۳ انچ ہے۔تمام ناشرین نے کتاب کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔مؤخر الذکر مکتبہ سے شائع کردہ کتاب کے صفحات کی تعداد ۹۶۸ ہے جلد اول ۴۸۲ صفحات اور

جلد دوم ۴۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کو جدید تحقیق کے مطابق شائع کیا گیا ہے۔

عیون الاثر کے علاوہ ابنِ سیّد الناس کی سیرت النبی ﷺ پر عیون الاثر کی تلخیص جس سے ’’السیر ۃ الصغری‘‘ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کتاب کا نام ’’**نور العیون فی سیرۃ الامین المامون**‘‘ ہے جو کہ مکتبہ دار المنہاج جدہ سے شائع ہو چکی ہے اور ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

ابن سیّد الناس کی تالیفِ لطیف (عیون الاثر) سے بعد کے سیرت نگاروں نے خوب استفادہ کیا۔ عیون الاثر کو ابنِ سیّد الناس کی حیات میں شرف قبولیت سے نوازا گیا۔ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے امام شوکانی رقم طراز ہیں:

> ’’**السیرۃالنبویۃ المشھورۃ: الذی انتفع بھا الناس من اھل عصرہ فمن بعدہ**‘‘(۱۶)
>
> (سیرہ نبویہ جس سے آپ کے زمانہ کے لوگ نفع اُٹھانے لگے پس (آپ کے بعد والوں نے) بھی نفع اُٹھایا۔)

ابنِ سیّد الناس کی کتاب سے جن حضرات نے استفادہ کیا اور اُس کو دوسروں تک پہنچایا۔ اُن میں سے درج حضرات یہ ہیں۔

۱۔ ابن الملقن عمر بن علی بن اُحمد بن محمد بن عبداللہ: عمر بن علی یمن میں ابن النحوی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے اباء اجداد کا تعلق اندلس سے تھا۔ آپ کی پیدائش قاہرہ میں ۷۲۳ھ میں ہوئی۔ مصر کے شافعی المسلک بڑے علماء میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ فقہ، حدیث اور اسماء الرجال پر مہارت حاصل تھی۔ اُن کے شیوخ میں ابنِ سیّد الناس، یوسف المزی، ابوعبداللہ بن السراج، عبدالرحمٰن بن عبدالھادی اور زین الدین ابوبکر بن قاسم الرجبی ہیں۔ آپ کی وفات ربیع الاول ۸۰۴ھ کو قاہرہ میں ہوئی۔ آپ نے حدیث، فقہ، اسماء الرجال اور دیگر فنون نہایت اہم کتب تحریر کیں۔ جن میں طبقات الاولیاء اور الاشباہ والنظائر مشہور ہیں۔(۱۷) شمس الدین محمد بن علی المعروف ابنِ طولون نے اعلام السائلین میں ان کے طریق سے دو مقام پر ابنِ سیّد الناس کی روایت نقل کی ہے۔(۱۸)

۲۔ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن: زین الدین عراقی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۱ جمادی الاولی ۷۲۵ھ میں عراق میں ہوئی۔ بعدازاں ہجرت کر کے مصر آ گئے۔ آپ کا شمار شافعی علماء میں ہوتا ہے۔ محمد بن اسحاق بن محمد البلبیسی، عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی، محمد بن احمد بن عبدالمومن المعروف ابنِ بلبان، محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی اور محمد بن محمد ابن سیّد الناس جیسی عظیم شخصیات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ حدیث اور فقہ پر مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر الفیۃ السیر ۃ النبویۃ ﷺ کے نام سے کتاب بھی تحریر کی ہے۔ آپ کی وفات ۸ شعبان ۸۰۶ھ میں ہوئی۔(۱۹) حسن بن علی بن جوش نے سیرت

ابنِ سیّد الناس کو اُن سے سنا۔[۲۰]

۳۔ محمد بن الحسن بن علی بن القرشی الفرسیسی: قاہرہ میں واقع خانقاہ بیبرس کے صوفیاء میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی پیدائش ۴ رجب ۷۱۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابنِ سیّد الناس، احمد بن کشتغدی، محمد بن احمد بن حاتم وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی وفات ۸۰۶ھ میں قاہرہ میں ہوئی۔[۲۱] حافظ ابنِ حجر نے وضاحت کی ہے کہ اُنہوں نے عیون الاثر کو الفرسیسی سے پڑھا ہے۔[۲۲]

سیرت ابنِ سیّد الناس کی خصوصیات

سیرت نگاری میں عیون الاثر کن خصوصیات کی حامل ہے۔ نیز کتاب کے مطالعہ سے جن خصوصیات کو پتہ چلتا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ مضامین کی جامعیت

ابنِ سیّد الناس نے اپنی کتاب ''عیون الاثر'' میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کو مستند روایات کی روشنی میں بیان کیا ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے شمائل وعادات، سیرت کے اہم واقعات اور غزوات کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا شمار فنِ سیرت کی نہایت جامع، متین اور معتبر و مستند کتاب میں ہوتا ہے۔ مؤلف نے کتاب کا آغاز نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ سے کیا اور بعد کے اہم واقعات کو بیان کر کے غزواتِ رسول ﷺ کو بیان کیا ہے اور سرورِ عالم ﷺ کی وفات کے ذکر سے قبل آپ ﷺ کے فضائل و شمائل اور عادات، رشتہ داروں اور آپ ﷺ کے استعمال میں رہنے والی اشیا کا تذکرہ فرمایا ''ابنِ سیّد الناس'' نے سابقہ ذخیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے اِن میں اختصار اور بقدرِ ضرورت اِضافہ فرمایا۔ محقق لکھتے ہیں:

> ''یختصر ویتصرف فی العبارة حسبما یقتضیه منهجه من التوسط بین البسط و الاختصار''[۲۳]
>
> (اپنے انداز کے مطابق درمیانہ راہ اختیار کرتے ہوئے عبارت میں کمی بیشی اور زیادتی کی۔)

الغرض ابنِ سیّد الناس نے ایک ایسی جامع کتاب تصنیف فرمائی، جس میں سیرت نبوی ﷺ سے متعلق تمام اہم واقعات اور اہم پہلوؤں پر کلام فرمایا گیا۔

۲۔ سیرت کے بنیادی رُواۃ پر کلام

ابنِ سیّد الناس نے سیرت اور مغازی کے بنیادی رُواۃ ''امام ابنِ اسحاق اور واقدی'' پر کتاب کے مقدمہ میں مفصل کلام فرمایا ہے اور ان حضرات پر ہونے والے اعتراضات اور توصیفی کلامات کا جائزہ لیا ہے اور یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اِن کی کلام پر اعتبار کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سیرتِ نبوی ﷺ کی معلومات کے بارے میں بعد کے تمام مؤلفین اِن حضرات کے محتاج ہیں نیز اِن کی بیان کردہ روایات میں ایسی کوئی بات

نہیں، جواحادیث صحیحہ کے مُنافی ہو۔مشہوراسکالرڈاکٹرمحموداحمد غازی ''ابنِ سیّدالناس'' کے اِس محاکمہ کی بابت تحریرفرماتے ہیں:

''اِنہوں نے محاکمہ کرنے کے بعد نتیجہ نکالا کہ اُن دونوں کے بیانات بالکل مستند ہیں۔۔۔یہ معلومات سیرت کے عمومی اسٹریچر میں جہاں جہاں خلا ہے اُس کی تکمیل کرتی ہیں اورایسی کوئی چیزنہیں جوتحقیق کے میزان پرپوری نہ اُترتی ہو۔''(۲۴)

''امام ابنِ اسحاق اور واقدی'' کی عدالت پراتنا مفصل کلام ''ابنِ سیّدالناس'' کی کتاب ''عیون الاثر'' کےعلاوہ اورکسی سیرت کی کتاب میں نہیں ملتااورمنفی اورمثبت آرا کے جائزہ کے بعد''ابنِ سیّدالناس'' اُن کی تصویب کے قائل ہیں اوراُن کی بیان کردہ معلومات پراعتماد کودرست قرار دیتے ہیں۔

۳۔مستندمأخذپراعتماد

ابنِ سیّدالناس نے''عیون الاثر'' کی تالیف میں احادیث،سیرت ومغازی اورعلم الانساب کی مستندکتابوں کو بنیاد بنایا ہے۔اِس کا اظہارمختلف مقامات پرکیا ہے،جیسے'' **ذکر شئ مما حفظ عن الاحباروالرھبان والکھان وعبدۃ الاصنام من رسول اللّٰہ**''امام مسلم کےطریق سےروایت ذکر کی اور''بیعتِ عقبہ ثانیہ'' کے ذیل میں بیعت کے الفاظ کوذکرکرتے ہوئے،بخاری شریف کی روایت نقل فرمائی۔اِسی طرح دیگرکتبِ صحاح ستہ،معاجم الطبرانی،**الغیلانیات**،**السیرۃ النبویۃ لابن ھشام** میں امام ابن اسحاق کی مرویات،ابن سعد کی **الطبقات الکبری**،علامہ ابن عبدالبرکی **الدرر فی اختصار المغازی والسیر** اور**الاستیعاب**، قاضی عیاض مالکی کی **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی** ﷺ اورامام سہیلی کی **الروض الانف** جیسی کتب کو مآخذ بنایا۔علامہ ابن عبدالبرکی تالیف ''**الدرر فی اختصار المغازی و السیر**'' سےاستفادہ کی بابت ڈاکٹرشوقی ضیف رقم طراز ہیں:

''**النقول الکثیرۃ عن عبد البر تحولت سیرۃ ابنِ سیّد الناس فیھا الی ما یشبہ نسخۃ من کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسیر**'' (۲۵)

(ابنِ سیدالناس نے)علامہ ابن عبدالبرکی تصنیف ''الدررفی اختصارالمغازی والسیر'' سے اتنی کثرت سے اقتباسات نقل فرمائے ہیں کہ سیرت ابنِ سیّدالناس ''الدرر فی اختصارفی المغازی والسیر'' کا تقریباً ایک نسخہ بن جاتی ہے۔)

الغرض ابنِ سیّدالناس کی تصنیف''**عیون الاثر**''موجودہ زمانہ کے اعتبار سےنصف صدی قبل تصنیف کی گئی ہے، جوکہ محدثانہ طرزاورانتہائی مستند مآخذ سے مرتب نہایت شاندارکتاب ہے۔

۴۔سادہ اندازِتحریر

ابنِ سیّدالناس نے''عیون الاثر''میں قاری کی سہولت کی بناپرواقعات کوزمانی ترتیب کےلحاظ

سے بیان کیا ہے اور سیرتِ طیبہ کے اہم پہلوؤں کو عنوانات کے تحت بیان کیا۔ نیز کلام اور واقعہ کی مناسبت سے اشعار بھی درج فرمائے ہیں۔ ابنِ سیّدالناس نے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق مسجع و مقفع کلام کی بجائے اپنی بات کو نہایت ہی سادہ، بے تکلف اور سیدھے سادہ انداز میں پیش کیا ہے، تاکہ قاری آسانی سے استفادہ کر سکے۔ محقق لکھتے ہیں:

''لم یثقل کتابه باسلوب السجع و المحسنات الذی کان سائدافی عصره،بل اطلق عبارته من کل قید''(۲۶)

(اُنہوں نے ایسے بناوٹ اور تکلف کے اسلوب کے ذریعے اپنی کتاب دشوار نہیں بنایا، جو اُن کے زمانہ میں عام طور پر جاری تھا، بلکہ اپنی کتاب کی عبارتوں کو ہر قسم کے قید سے آزاد رکھا۔)

معروف اور سادہ اندازِ تحریر نے کتاب کی افادیت میں اِضافہ کر دیا یہاں تک کہ اُن کی حیات میں ہی ''عیون الاثر'' کو عوام میں پذیرائی حاصل ہو چکی تھی اور بعد کے سیرت نگاروں نے اِس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اُس کو نظم و نثر اور تلخیص و تشریح کے ذریعے عوام کی خدمت میں پیش کیا۔

۵۔ ترجیحِ روایات و محاکمہ اَقوال

واقعاتِ سیرت کو بیان کرتے ہوئے کسی واقعہ سے متعلق مختلف روایات کو ذکر کر کے اِس واقعہ سے متعلقہ زیادہ بہتر روایت کی وضاحت کرتے ہیں، جیسے واقعہ معراج کی وضاحت میں مسلم شریف سے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کو نقل کیا۔ واقعہ معراج کی تفصیل سے متعلق امام مسلم نے جن دیگر صحابہ کرامؓ کی روایات کو ذکر فرمایا، اُن کو ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتے ہیں:

''حدیث ثابت عن انس أحسنها مساقاً''(۲۷)

(حضرت ثابت عن انس کی حدیث واقعہ کے بیان کرنے میں عمدہ ہے)

اسی طرح مختلف اقوال نقل کر کے اُن اقوال میں سے زیادہ راجح کا ذکر کرتے ہیں، جیسے ''تحویل القبلة'' کے واقعہ کو ذکر کر کے اِس واقعہ کے رونما ہونے کے وقت سے متعلق محدثین اور سیرت نگاروں کے مختلف آرا نقل کر کے رقم طراز ہیں:

''والصحیح ماذکرنا ہ اولا''(۲۸)

(اور جن اقوال کو ہم نے ذکر کیا ہے اُن میں سے پہلا قول زیادہ صحیح ہے)

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کب ہوئی؟ اِس بارے مختلف اقوال نقل کیے۔ بعد ازاں بلاذری کے قول کو ذکر کرنے بعد لکھتے ہیں:

''کذا نسبهما البلاذری و هو یخالف ما سبق عن ابن اسحاق و غیره، و الأول أشهر''(۲۹)

(بلاذری نے اِسی طرح اُن دونوں کی اصل کو ذکر کیا ہے اور یہ بات ابن اسحاق اور دوسروں کے الٹ ہے اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے)

اسی طرح مصنف نے مختلف مقامات پر آراء اور اقوال میں کسی ایک قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔

٦۔سند عالی کو ترجیح دینا

بعض مرتبہ کسی واقعہ کی تفصیل میں سندِ نازل کی روایات کو ترک کر دیتے ہیں اگر چہ وہ روایت کتبِ صحاح ستہ میں ہی کیوں نہ موجود ہو۔اِس کے مقابلے میں اُس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس کی سند تو عالی ہو چاہے وہ کتبِ صحاح ستہ میں موجود ہو یا نہ ہو۔

اسنادِ عالی کی طلب محدثین کرام میں ہر زمانہ میں رہی ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مؤلف نے بعض مقام پر سندِ عالی کی روایت کو ترجیح دی، جیسے خبر عموم بعثته علیه الصلاة السلام میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کو ابوبکر الشافعی کی طریق سے اُن کی کتاب الغیلانیات سے نقل کیا ہے۔جس کے متعلق کتاب کے شارح بسط ابن العجمی لکھتے ہیں:

"اخرجه النسائی فی السنن الکبری فی کتاب التفسیر وانما اثر المؤلف روایته من الغیلانیات ولم یذکر من النسائی لانه له اعلی" (۳۰)

(امام نسائی نے السنن الکبری کی کتاب التفسیر میں روایت کو ذکر کیا ہے اور مصنف نے اُس روایت کو غیلانیات سے ذکر کیا اور نسائی سے ذکر نہیں کیا کیوں کہ اُس کی سند اعلی تھی۔)

یہ انداز مصنف نے اکثر واقعات کے ذیل میں اپنایا ہے۔

۷۔عدم تکرارِ اسانید

مصنف نے کتاب کی تالیف میں محدثانہ اسلوب کو اپنایا ہے۔محدثانہ اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے سیرت کے واقعات کو قاری کی خدمت میں تسلسل سے پیش کرنا ناممکن ہے۔اِس لیے مصنف نے نیا انداز اپناتے ہوئے واقعات کے تسلسل کو بھی برقرار رکھا اور محدثانہ اسلوب کو بھی۔اِس اسلوب کو مقدمہ کتاب میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أذکر اسانیدی ألی مصنفی تلك الکتاب فی مکان واحد عند انتهاء الغرض من هذا المجموع" (۳۱)

(میں نے اپنی تمام اسناد کو اِن کتب کے مصنّفین تک کتاب کے آخر میں ایک ہی جگہ پے ذکر کروں گا۔)

بعض فوائد کی خاطر مصنف نے اکثر مقام پر اِن کتب سے الگ اپنی سند سے روایات بھی بیان کی ہیں۔اِس بات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"أما ما لا يتكرر النقل منه ألا قليلاً أوما لا يتكرر منه نقل مما حصل من الفوائد الملتقطة و الأجزاء المتفرقة فأنى أذكر تلك الأسانيد عند ذكرما أورده بها، ليحصل بذلك الغرض من الاختصار" (۳۲)

(بہرحال بہت کم اسانید کو دوبارہ نقل کیا جائے گا یا مختلف فوائد اور متفرق اجزاء والی احادیث کو دوبارہ نقل کیا جائے گا پس میں اِن اسناد کو واقعات کے بیان کرنے کے ساتھ ذکر کروگا تاکہ اختصار کے ساتھ یہ فوائد بھی حاصل ہو۔)

الغرض اسناد کو باربار ذکر کرنے سے بچنے کی خاطر صحاح ستہ، سنن، مصنفات، مسانید، مغازی وسیئر اور انساب سے متعلقہ کتب کی اسناد کو کتاب کے آخر میں پیش کیا، تاکہ واقعات میں عدمِ تسلسل اور مقصد سے دوری نہ ہو۔

۸۔ واقعہ اور خبر کی مدلل وضاحت

مصنف نے سیرت کے اہم واقعات کو بیان کر کے اُس واقعہ کی مشکل عبارتوں کی، اُس میں شامل مشکل الفاظ کے تلفظ کی، سند اور متن کے اعتبار سے واقع ابہام کی اور واقعہ کے اعتبار سے مختلف فیہ مسئلہ کی وضاحت کرنے کے لیے اکثر وبیشتر واقعات کے آخر میں "ذكر فوائد تتعلق بهٰذا الأخبار يا ذكر فوائد تتعلق بما سبق ۔۔۔" کے عنوان قائم کیے ہیں۔

بعض مرتبہ مسائل کی وضاحت دلیل سے کرتے ہیں، جیسے غزوة خندق اور غزوة بنو قريظه کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے، المرأة المقتولة جو مرتدہ تھی۔ اِس کے ذیل میں مرتد کو قتل کرنے کے حکم پر بحث کی ہے۔ چنانچہ اِس مرتدہ کے قتل کی وجہ سے استدلال کیا کہ مرتد کا قتل کرنا جائز ہے۔ اس سے متعلق امام سہیلی کا قول نقل کیا۔ جبکہ بعض دیگر حضرات مرتد کے قتل کو اِس حدیث سے ثابت نہیں کرتے۔ منصف نے دونوں فریقوں کی رائے پر "قلت" کے ذریعے تبصرہ کیا، مگر کسی کے قول کو راجح قرار نہیں دیا۔

بعض مرتبہ الفاظ کے تلفظ میں اختلاف کو ذکر کر کے محاکمہ کرتے ہیں، جیسے غزوة بدر کی روایات کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے اَبواُسید مالک بن ربیعۃ میں اُسید کے ہمزہ کا تلفظ کیا ہوگا اِس کو ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وأبو أسيد مالك بن ربيعة قال عياض قال فيه عبد الرزاق ووكيع: بضم الهمزه، وقال ابن مهدى: بفتحها، قال احمد بن حنبل: والصواب الأول"(۳۳)

(ابواسید مالک بن ربیعۃ کے تلفظ کے بارے میں قاضی عیاض، امام عبدالرزاق اور امام وکیع فرماتے ہیں کہ ہمزہ کے پیش کے ساتھ پڑھا جائے گا اور ابن مہدی کے نزدیک

ہمزہ کی زبر کے ساتھ پڑھا جائے گا، امام احمد بن حنبل نے بھی یہی فرمایا ہے اور قول درست ہے۔)

بعض مرتبہ کسی کا قول نقل فرما کر اُس قول کی درست ہونے اور نہ ہونے پر کلام کرتے ہیں، جیسے حضرت خنیس بن حذافہ بن عدی کی وفات غزوہ بدر میں ہوئی یا نہیں۔ علامہ ابنِ عبدالبر کا قول کر کے اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ولیس بذلك بشئی و المعروف مات انه بالمدینةعلی راس خمسة وعشرین شهراًبعدرجوعه من بدر"(۳۴)

(یہ بات درست نہیں اور مشہور یہ کہ اُن کی وفات مدینہ منورہ میں بدر سے واپسی کے ۱۵ ماہ بعد ہوئی۔)

علامہ ابن عبدالبر کے قول کی تردید کی ہے۔

مصنف نے ابتدا میں اسلام لانے والوں، بیعتِ عقبہ میں شریک ہونے والوں، غزوہ بدر اور اہم غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے ناموں کو ذکر فرماتے وقت اُن کے ناموں کے تلفظ اور نسب ناموں میں اختلاف کو ذکر کیا ہے اور اُن اقوال کی صحت وعدم صحت پر کلام بھی کیا ہے۔

اس کے علاوہ واقعاتِ سیرت کو بیان کرتے وقت مصنف نے جو ترتیب ملحوظِ نظر رکھی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اگر کسی واقعہ سے متعلق آیتِ قرآنیہ کے ذریعے اُس کا مکمل عکس سامنے آجائے، تو اُس کا تذکرہ فرماتے ہیں، جیسے "ذکر جمل من اخلاقه علیه افضل الصلاة و السلام" کا عنوان ذکر کرنے بعد مصنف فرماتے ہیں:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: و اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (۳۵)

اسی طرح انشقاق القمر کے معجزہ کی ابتداء کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ" (۳۶)

۲۔ بعض مرتبہ واقعہ کی ابتداء میں اُس واقعہ کی تاریخ سے متعلق پائے جانے والے اختلاف کو ذکر فرماتے ہیں، جیسے "غزوہ بنی نضیر" کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

"وهی عند ابن اسحاق فی شهر ربیع الاول، علی راس خمسة اشهر من وقعة احد وقال البخاری قال الزهری، عن عروة : كانت علی راس ستة اشهر من وقعة بدر قبل احد"(۳۷)

(ابنِ اسحاق کے نزدیک یہ غزوہ احد سے پانچ ماہ قبل ربیع الاول کے ماہ میں ہوا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ زہری نے عروہ بن الزبیر نقل کیا کہ واقعہ بدر کے چھے ماہ بعد غزوہ احد سے پہلے رونما ہوا۔)

۳۔ کسی شخصیت یا قبیلہ کا واقعہ ذکر کرنے سے قبل اُس کا مختصر تعارف پیش کر دیتے ہیں، جس سے حالات اور واقعات کو سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔ جیسے "بدء اسلام الانصار وذکر العقبة الاولی" کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

"والانصار بنو الاوس و الخزرج، ابنی حارثة بن ثعلبة العنقاء بن عمرو۔۔۔الخ"(۳۸)

(اور انصار سے مراد اوس اور خزرج کے قبائل ہیں، اوس اور خزرج حارثہ بن ثعلبہ العنقاء بن عمرو کے بیٹے ہیں)

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھو من بنی اسرائیل، من ولد یوسف بن یعقوب نبی اللّٰہ، وھو حلیف للقواقلة، وھم بنو غنم وبنو سالم ابنا عوف بن عمرو بن عوف بن الخزرج"(۳۹)

(حضرت عبداللہ بن سلام) بنی اسرائیل کی قوم سے ہیں۔ بنی اسرائیل حضرت یوسف بن یعقوبؑ کی اولاد کو کہاں جاتا ہے۔ یہ قواقلہ کے حلیف تھے۔ قواقلہ سے مراد بنو غنم اور بنو سالم عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کی اولاد سے ہیں)

بعدازاں واقعات کی مزید تفصیل نقل کرتے ہیں۔

۴۔ تاریخِ واقعہ میں اختلاف کی صورت میں راجح قول اور رائے کو پہلے ذکر کر کے مرجوح قول کو قیل (مجہول صیغہ) کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جیسے "ذکر مولد رسول اللّٰہ ﷺ" کے بیان میں اولاً راجح قول نقل فرمایا بعدازاں مرجوح قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقیل: بل یوم الاثنین فی ربیع الاول للیلتین خلتا منه، وقیل :انه اول اثنین من ربیع الاول۔۔۔الخ"(۴۰)

(آپ ﷺ کی ولادت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ بروز پیر ۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش یکم ربیع الاول کو ہوئی۔۔۔الخ)

۵۔ سیرت کے واقعہ کی تفصیل کتبِ سیَر، احادیث کی روایات سے پیش کر کے اس واقعہ کے ذیل میں ضمنی مباحث پر بھی کلام کرتے ہیں جیسے "ذکر وفاة خدیجه وأبی طالب" کی تفصیل بیان فرما کر حضرت محمد ﷺ کی والدین کریمین کے اسلام لانے کے مسئلہ کو ذکر کر کے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے اور شفاعت کے مسئلہ کو ذکر کیا اور آخر میں نبی کریم ﷺ کے رضاعی والد حارث بن عبدالعزی کے اسلام لانے کو امام سہیلی کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أن الحارث بن عبد العزی أبا رسول اللّٰہ ﷺ من الرضاعة قدم علی

رسول الله ﷺ مكة، فاسلم وحسن اسلامه"(۴۱)

(حارث بن عبدالعزی نبی کریم ﷺ کے رضاعی والد مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔اور اسلام قبول کیا اور نہایت اچھے انداز میں اس پر قائم رہے۔)

اسی طرح ''بدء الاذان'' کی تفصیل ذکر کر کے آپ ﷺ کے مؤذن کون تھے اُن کے نام ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"وكان يؤذن لرسول الله ﷺ بلال وابن أم مكتوم، و أبو محذورة۔۔۔"(۴۲)

(حضرت بلال، عبداللہ بن ام مکتوم اور ابومحذورة مؤذنِ رسول اللہ کے درجہ پر فائز تھے۔)

الغرض واقعات کی تفصیل میں قرآنی آیات، اُس واقعہ کے تاریخ میں پائے جانے والے اختلاف، مشکل الفاظ کے تلفظ اور اُن میں پائے والے اقوال اور واقعاتِ سیرت کے ذیل میں بعض ضمنی مباحث پر نہایت مدلل اور مختصر کرتے ہیں۔تا کہ قاری کو اُس واقعہ کے تمام اجزا پر مکمل دسترس حاصل ہو جائے۔

۹۔اصولِ حدیث کے قواعد کا حوالہ

سیرت کے واقعات کے ضمن میں مسئلہ کی وضاحت کرتے وقت اصول حدیث کے قواعد سے استدلال کر کے اُس مسئلہ کی صحیح صورتِ حال کو بیان کرتے ہیں، جیسے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی شفاعت کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہوئے حضرت عباسؓ کی روایت نقل فرمائی، اس پر امام سہیلی کے اعتراض کو نقل کیا۔امام سہیلی فرماتے ہیں:

"شهادة العباس لأبی طالب لو أدا ها بعد ما أسلم كا نت مقبولة۔۔۔ و لكن العباس شهد بذلك قبل أن يسلم" (۴۳)

(ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس کی شہادت (روایت) اگر اسلام لانے کے بعد کی ہے تو قابل قبول ہوگی۔۔۔لیکن حضرت عباس کی یہ شہادت اسلام لانے سے قبل کی ہے (اس لیے قابل قبول نہیں)

اُس قول کی وضاحت کرنے کے بعد اپنی بات کو دلیل سے ثابت کرنے اور مزید مستند بنانے کے لیے اصولِ حدیث کے قاعدہ کی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"والمعتبر حالة الأداء دون التحمل" (۴۵)

(اور اعتبار روایت کو ادا کرنے کے وقت کا ہے نہ کہ اُس کو سننے کے وقت کا)

۱۰۔اعلام کی وضاحت

واقعات کی تفصیل کے دوران اُن شریک صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کے اسماء کی وضاحت کرتے

ہیں۔ ناموں کے وضاحت کے دوران اُس میں پائے جانے والے اختلاف کو ذکر کرتے ہیں۔ اُس میں پائے جانے والے وہم کو دور کرتے ہیں۔ جیسے غزوہ احد کے دوران شہید ہونے والوں کے اسماء کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن عبدالبر کا قول نقل کرتے ہیں کہ خنیس بن خذافہ بن قیس بن عدی اسی غزوہ میں شہید ہوئے تھے۔ اس پر مؤلف لکھتے ہیں:

"ولیس ذلک بشیء ، والمعروف انه مات بالمدینة علی راس خمسة وعشرین شهرا بعد رجوعه من بدر، وتایمت منه حفصة بنت عمر فتزوجها رسول الله صلی الله علیه وسلّم فی شعبان علی راس ثلاثین شهرا کما سیاتی ان شاء الله تعالی و کل ذلک قبل احد" (۴۵)

(حضرت خنیس بن خذافہ کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی) مذکورہ بات میں کوئی حقیقت نہیں۔ مشہور یہ ہے کہ اُن کی وفات مدینہ منورہ میں غزوہ بدر سے لوٹنے کے بعد ہجرتِ مدینہ کے پچیسویں مہینے کی شروع میں ہوئی اور حضرت حفصہ بنت عمرؓ اُن سے بیوہ ہوئیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے تیسویں مہینہ شعبان میں نکاح کیا اور یہ واقعہ غزوہ احد سے قبل کا ہے۔)

اعلام کے درست تلفظ، اُن کے نسب ناموں میں پائے جانے والے اختلاف، مختلف واقعات میں شریک حضرات میں پائے جانے والے اختلاف کی وضاحت کثرت سے ملتی ہیں۔ اوہام کو دور کرنے اور ناموں کی وضاحت میں ابنِ سیّد الناس اپنی رائے کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ قاری کو راجح رائے اختیار کرنے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ جیسے غزوہ ذات الرقاع کو ذات الرقاع کیوں کہا جاتا ہے۔ اس سے متعلق مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال :حتی نزل نخلا، وهی غزوة ذات الرقاع، وسمیت بذلک لانهم رقعوا فیها رایاتهم، ویقال: ذات الرقاع، شجرة بذلک الموضع وقیل: لان اقدامهم نقبت، فکانوا یلفون علیها الخرق، وقیل: بل الجبل الذی نزلوا علیه کانت ارضه ذات ألوان تشبه الرقاع" (۴۶)

(اُنہوں نے کھجوروں والی جگہ پر پڑاؤ کیا اور اسی جگہ کو ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ اس نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے صحابہ کرامؓ نے اُس مقام پر اپنے جھنڈے گاڑے اور یہ بھی کہا گیا کہ وہاں پر ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ صحابہ کرام کے پاوں میں اُبالے پڑ گئے تو اُنہوں نے اپنے پاوں پر پٹا یا باندھیں (پٹی کو عربی رقاع کہا جاتا ہے اس لیے اس غزوہ کا یہ نام پڑا) بعض کے نزدیک جہاں صحابہ نے پڑاؤ ڈالا جس کی زمین مختلف رنگوں والی تھی)

ابنِ سیّد الناس نے کسی بھی رائے کو ترجیح نہیں دی۔ یہ طریقہ کار کتاب اکثر مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ابنِ سیّد الناس کی تالیفِ لطیف (عیون الاثر) کی اُن کے ہم عصر علما اور بعد کے حضرات نے تعریف کی ہے۔اور اِس کتاب کی شروحات اور منظوم انداز میں خدمت کی ہے۔ذیل میں کتاب سے متعلق چند حضرات کی آرا کو پیش کیا جاتا ہے:

حافظ تاج الدین السبکی لکھتے ہیں:

"صنف الشیخ فتح الدین کتابا فی المغازی و السیر سماہ" عیون الاثر "احسن فیه ماشاء "(۴۷)

(شیخ فتح الدین نے مغازی اور سیرت میں ایک کتاب تصنیف فرمائی، جس کا نام "عیون الاثر" ہے، اس میں جو ذکر کیا نہایت عمدہ ذکر کیا ہے۔)

حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

"قد جمع سیرۃ حسنة فی مجلدین"(۴۸)

(بے شک اُنہوں نے دو جلدوں میں سیرت کی نہایت عمدہ کتاب کو تحریر یا جمع کیا۔)

شمس الدین سخاوی کتاب کی توصیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مااحسنه"(۴۹)

(کیا ہی عمدہ کتاب ہے۔)

امام شوکانی کتاب کی افادیت کو ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"له تصانیف منها السیرۃ النبویة المشهورۃ، التی انتفع بها الناس من اهل عصرہ فمن بعدهم"(۵۰)

(اُن کی بہت تصانیف ہیں اُن میں سے ایک سیرۃ کبری مشہورہ ہے، جس سے اُن کے زمانے اور بعد کے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا۔)

الغرض ابنِ سیّد الناس آٹھویں صدی ہجری کے جید علما میں سے ہیں۔آپ نے مصر اور بلادِ اسلامیہ کے مایہ ناز مشائخ سے علم حاصل کیا اور حدیث، سیرت النبی ﷺ، مدحت النبی ﷺ اور صحابہ کرام کی شان اور فضائل میں کتب تالیف کیں۔کتب سیرت میں اُن کی کتاب نمایاں مقام رکھتی ہے۔اُنہوں نے سیرت کے سابقہ کام کی تنقیح کر کے مختصر و مدلل سیرت النبی کو پیش کیا ہے جو کہ بیک وقت سرورِ دو عالم کے حالات زندگی، غزوات وسرایا اور شمائل النبوی ﷺ، معجزات و دلائل پر مشتمل ہے۔واقعات کو منقح و مصفا کر کے نہایت جامع اور متین سیرت مرتب کی ہے جو کہ محدثانہ طرز انداز کا رنگ لیے ہوئے ہے۔سیرت النبی ﷺ پر اُن کی اس تالیف کو بہت مقبولیت ملی جس کی وجہ اِس کی تلخیص اور تشریح کے علاوہ اِس کو منظومانہ انداز میں بھی مرتب کیا گیا ہے۔عیون الاثر کی شروحات میں سب سے مشہور شرح برھان الدین حلبی المشہور ابنِ العجمی کی کتاب "نور النبراس فی شرح سیرۃ ابنِ سیّد الناس"ہے، جو کہ طبع ہو چکی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب:۲۱
۲۔ الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، متحققہ احمد الارناوط اور ترکی مصطفیٰ، بیروت: داراحیاء التراث، الطبعۃ الاولی ۲۰۰۰ء، ۱/۲۳۳
۳۔ السبکی، تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیة الکبریٰ، محققہ، عبدالفتاح محمد، بیروت: داراحیاء الکتب العربیہ، س ن، ۱۰/۲۶۹
۴۔ ابنِ حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن حجر، الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة، حیدرآباد: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۷۲ء، ۵/۴۷۶
۵۔ الشوکانی، محمد بن علی، قاضی، البدر الطالع بمحاسن من بعد قرن السابع، قاہرہ: دارالکتب الاسلامی، س ن، ۲/۲۵۰
۶۔ ابنِ حجر عسقلانی، الدرر الکامنة، ۵/۴۷۸۔۴۷۹
الصّفدی، الوافی بالوافیات، ۱/۲۲۱
۷۔ ابنِ حجر عسقلانی، الدرر الکامنة، ۵/۴۷۷
۸۔ الصّفدی، الوافی بالوافیات، ۱/۲۲۰
۹۔ ابنِ حجر عسقلانی، الدرر الکامنة، ۵/۴۷۷
۱۰۔ الصّفدی، الوافی بالوفیات: ۱/۲۳۳
۱۱۔ ابوالفلاح، عبدالحی بن احمد بن محمد، الحنبلی، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، بیروت: دارابن کثیر، الطبعۃ الاولی ۱۹۸۶ء، ۸/۱۹۰
ابنِ حجر عسقلانی، الدرر الکامنة، ۵/۴۷۷
الصّفدی، الوافی بالوافیات، ۱/۲۲۳
محی الدین مستو، مقدمه عیون الاثرفی فنون المغازن والشمائل والسیر، بیروت: دارابن کثیر، ۱۹۹۲ء، ۱/۳۱۔۳۳
۱۲۔ ابن شاکر الکتبی، محمد بن شاکر بن احمد، فوات الوفیات، بیروت: دارصادر، ۱۹۷۴ء، ۳/۲۸۸
۱۳۔ ابنِ کثیر، عمادالدین محمد بن اسماعیل، البدایة والنهایة، بیروت: دار احیاء التراث، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء، ۱۴/۱۶۹
۱۴۔ ابنِ حجر عسقلانی، الدرر الکامنة، ۵/۴۷۶

۱۵۔ ابوالفلاح الحنبلی، شذرات الذهب،۶/۲

۱۶۔ الشوکانی،محمد بن علی،البدر الطالع،۲۵۰/۲

۱۷۔ ابنِ فہد،محمد بن محمد بن محمد،ابوالفضل،لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولی۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء،ص ۱۲۸۔۱۳۰

۱۸۔ ابنِ طولون،شمس الدین محمد بن علی، اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین لابن طولون، بیروت:الرسالۃ، ۱۹۸۷ھ،ص۵۹،۱۰۹

۱۹۔ زین الدین عراقی، عبدالرحیم بن الحسین،مقدمہ الفیۃ السیرۃ النبویۃﷺ،بیروت: دار المنہاج،۱۴۲۶ھ،ص۱۲۔۱۴

۲۰۔ السخاوی،شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن،الضوء اللامع لاھل القرن التاسع،بیروت: دارالمکتبہ الحیاۃ،س ن،۱۰۷/۳

۲۱۔ ایضاً،۲۲۷/۷

۲۲۔ ابنِ حجر عسقلانی، احمد بن علی، المجم المفہرس اوتجرید اسانید الکتب المشہورۃ والاجزاء المثورۃ،محققہ، محمد شکور المیادینی، بیروت:موسسۃ الرسالۃ،الطبعۃ الاولی۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء،۷۸/۱۔۷۹،مترجمہ۲۰۵

۲۳۔ محی الدین مستو،مقدمہ عیون الاثر،۱۴/۱

۲۴۔ محمود احمد غازی،ڈاکٹر،محاضرات سیرتﷺ،لاہور:الفیصل ناشران کتب،ستمبر۲۰۱۲،ص۲۱۸۔۲۱۹

۲۵۔ شوقی ضیف،ڈاکٹر،مقدمہ الدر فی اختصار المغازی و السیر،قاہرہ:دارالمعارف،الطبعۃ الثانیۃ۱۴۰۳ھ،ص۱۹

۲۶۔ محی الدین مستو،مقدمہ عیون الاثر،۱۴/۱

۲۷۔ ابنِ سیّد الناس،محمد بن محمد،عیون الاثرفی فنون المغازی والشمائل والسیر، بیروت: دارابن کثیر،۱۹۹۲ء،۲۴۸/۱

۲۸۔ ایضاً،۳۶۵/۱ ۲۹۔ ایضاً،۳۱۶/۱

۳۰۔ بسط بن العجمی، ابراہیم بن محمد،نورالنبراس فی شرح سیرۃ ابن سید الناس،مصر:الجریسۃ، ۱۹۶۴ء،ص۱

۳۱۔ ابنِ سیّد الناس،محمد بن محمد،عیون الاثر،۵۴/۱

۳۲۔ ایضاً،۳۱۶/۱ ۳۳۔ ایضاً،۴۱۶/۱

۳۴۔ ایضاً،۴۳/۲ ۳۵۔ ایضاً،۴۳۴/۲

۳۶۔ ایضاً،۲۰۷/۱ ۳۷۔ ایضاً،۷۳/۲

۳۸۔ ایضاً،۲۶۲/۱ ۳۹۔ ایضاً،۳۳۱/۱

۴۰۔ ایضاً،۱/۷۹ ۴۱۔ ایضاً،۱/۲۳۱

۴۲۔ ایضاً،۱/۳۲۹ ۴۳۔ ایضاً،۱/۲۳۰

۴۴۔ ایضاً،۱/۲۳۱ ۴۵۔ ایضاً،۲/۴۳

۴۶۔ ایضاً،۲/۷۹

۴۷۔ السبکی تاج الدین،طبقات الشافعیہ الکبری،۹/۲۶۹

۴۸۔ ابن کثیر،البدایۃ و النھایۃ،۱۴/۱۶۹

۴۹۔ السخاوی،محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التاریخ،بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ،الطبعۃ الاولی،۱۹۸۶ء،ص۱۴۹

۵۰۔ الشوکانی،البدر الطالع،۲/۲۶۰